’’مکروہ‘‘ اور ’’کراہت‘‘

کے متعلق کچھ اہم اُصولی مباحث

مفتی عبید الرحمٰن
دار الافتاء جامعہ اصحاب الصفہ، مردان

اُصولی نقطۂ نظر سے شرعی احکام کی مختلف قسمیں ہیں، ان اقسام میں سے ایک قسم ’’مکروہ‘‘ بھی ہے۔ حضرات اصولیین نے دیگر احکام کی طرح اس حکم کے متعلق بھی تقریباً تمام ضروری مباحث عقلی واستدلالی انداز میں ذکر فرمائی ہیں، البتہ مختلف عناصر کی وجہ سے اس باب میں چند پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں، جن کو اُصولی انداز میں حل کرنے کے لیے تفصیلی کلام کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اسی بنا پر یہ چند صفحات لکھے جا رہے ہیں۔ نیز ویسے تو اس بحث کے لیے مذاہبِ اربعہ کے اصولی ذخیرے سے اپنی بساط کے مطابق خوب استفادے کی کوشش کی گئی اور دسیوں کتب کی ورق گردانی کی توفیق نصیب ہوئی، لیکن اس تحریر میں ضرورت کے مطابق عبارات ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا۔

اس تحریر میں بنیادی طور پر درج ذیل نکات کے متعلق کچھ باتیں ذکر کی جائیں گی:

۱:۔کراہت کا مصدر وماخذ۔

۲:۔کراہت کی شرعی اقسام اور ہر قسم کا مقام وحکم۔

۳:۔کراہت کا لفظ جب مطلق ذکر ہو جائے تو اس کا محمل ومصداق۔

کراہت کا مصدر وماخذ

دیگر تمام شرعی احکام کی طرح اس حکم ’’کراہت‘‘ کے اصلی مصادر بھی شرعی دلائل یعنی قرآن وسنت یا ان کی روشنی میں منعقد ہونے والا اجماع وقیاس ہی ہیں، جس طرح شرعی دلائل کے بغیر فرض واجب وغیرہ احکام ثابت نہیں ہو سکتے، یوں ہی مکروہ کا ثبوت بھی شرعی دلیل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ تمام اصولیین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن وسنت میں یا تو مکلف انسان کے کسی کام کرنے کو طلب کیا گیا

ہوگا یا اس کے چھوڑنے کا مطالبہ ہوگا یا کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہوگا، اختیار دینے کی صورت اباحت کہلاتی ہے۔ اگر کسی کام کا کرنا مطلوب ہو تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، کیونکہ یا تو طلب جازم ہوگا یا غیر جازم، اگر طلب ہو اور جازم بھی ہو تو اس کو واجب کہا جاتا ہے اور جازم نہ ہو تو اس کو سنت یا مندوب کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کام سے روکنا مقصود و مطلوب ہو تو بھی یہی دو صورتیں ممکن ہیں کہ ممانعت جازم ہوگی یا غیر جازم؟ اگر جازم ہو تو وہ کام حرام کہلائے گا اور اگر غیر جازم ہو تو مکروہ قرار پائے گا۔ (۱)

غیر جازم کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: دلالۃً غیر جازم اور ثبوتاً غیر جازم، یعنی ممانعت میں جزم نہ ہونے کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ دلیلِ شرعی کی دلالت واضح اور قطعی نہیں ہوگی یا دلالت تو قطعی ہو، لیکن اس دلیل کا ثبوت یقینی نہ ہو۔ ان دونوں صورتوں میں جو ممانعت ہوگی اُس سے کراہت ثابت ہوگی اور چونکہ نہی موجود ہے، اس لیے کراہتِ تحریمی ہوگی۔ مکروہ تنزیہی میں نہی وممانعت نہیں ہوتی، بلکہ محض چھوڑنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ ترغیب وممانعت میں فرق واضح ہے۔ ''توضیح'' میں ہے:

''لأن ما يأتي به المكلف إن تساوى فعله وتركه فمباح وإلا، فإن كان فعله أولٰى فمع المنع عن الترك واجب وبدونه مندوب، وإن كان تركه أولٰى فمع المنع عن الفعل بدليل قطعي حرام وبدليل ظني مكروه كراهة التحريم وبدون المنع عن الفعل مكروه كراهة التنزيه.'' (۲)(۳)

ترجمہ: ''مکلف جو بھی عمل کرتا ہے، اگر اس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو تو وہ مباح ہوگا، ورنہ اگر کرنا بہتر ہو اور اس کے ساتھ ترک کرنے پر وعید بھی ذکر ہو تو واجب ہوگا، ورنہ مستحب۔ اور اگر اس عمل کا ترک کرنا بہتر ہو، پھر اگر اس سے دلیلِ قطعی کے ساتھ منع آئی ہو تو حرام ہوگا اور اگر دلیلِ ظنی کے ذریعے ممانعت وارد ہو تو مکروہِ تحریمی، اگر اس کام سے منع نہ کیا گیا ہو تو اسے مکروہِ تنزیہی کہا جاتا ہے۔''

بعض کتابوں میں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مکروہِ تنزیہی وہ ہے جس سے نہی غیر جازم وارد ہوئی ہو، وہاں نہی سے یہی ترغیبی وارشادی انداز کی نہی مراد ہے، یعنی جس کے چھوڑنے کی ترغیب دی گئی ہو، ورنہ اگر کسی کام سے اصولی اصطلاح کی نہی وارد ہوجائے، یعنی ''لا تفعل'' کے ہم معنی صیغوں سے اس کی ممانعت کی جائے تو اس کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ وہ کام قبیح اور مکروہِ تحریمی ہو، اس کو بلا وجہ مکروہِ تنزیہی پر حمل کرنا اس لیے درست نہیں ہے کہ مکروہِ تنزیہی تو جواز واباحت کی ایک شکل ہے، جبکہ نہی کا مقصود ہی ممانعت ہے۔

ج: تقریباً اکثر اصولیین اور فقہاء صراحت فرماتے ہیں کہ کراہتِ تنزیہ اور اباحت میں تضاد نہیں ہے، بلکہ دونوں جمع ہوسکتے ہیں، حالانکہ مکروہِ تنزیہی اگر گناہ ہے تو اباحت کے ساتھ اس کا) اجتماع ممکن نہیں ہے۔ اس لیے درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مکروہِ تنزیہی گناہ کی فہرست میں داخل نہیں ہے، البتہ یہ حکم نفسِ مکروہِ تنزیہی کے ارتکاب کا ہے، اگر اس کے ساتھ دیگر عوارض ملیں تو اس کے مطابق اس کو گناہ قرار دیا جاسکتا ہے اور علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو بھی اس پر محمول کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فقہی ذخیرے میں لفظِ کراہت کا مصداق

فقہی کتابوں خصوصاً حضرات فقہائے حنفیہ کی کتابوں میں لفظِ کراہت کا ا%ل کافی زیادہ ہوتا ہے، اگر کراہت کے ساتھ تفصیل $ گئی ہو کہ کراہتِ تحریم ہے یا تنزیہ، تب تو بات بالکل واضح ہے۔ اگر کہیں کسی عمل کو مکروہ لکھا گیا ہو، لیکن یہ وضاحت موجود نہ ہو کہ وہ مکروہِ تحریمی ہے یا تنزیہی، تو اس کو کیا قرار دیا جائے گا؟ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ''کراہت'' کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو اس سے مراد مکروہِ تحریمی ہوتا ہے، لہٰذا مطلق مکروہ کا مصداق مکروہِ تحریمی ہوگا۔ [۸] اُصولی اور نظریاتی طور پر یہ بات درست بھی ہونی چاہیے، کیونکہ ''مکروہ'' کا فردِ کامل یہی مکروہِ تحریمی ہی ہے اور لفظ جب مطلق ذکر ہو تو اس سے فردِ کامل ہی مراد لے لینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے فقہائے کرام مطلق کراہت سے کراہتِ تحریم پر استدلال بھی فرماتے ہیں، چنانچہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عبارت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''قوله: ''وكره لمن تجب عليه الجمعة'' أطلق الكراهة فتكون تحريمية.''[۹]

ترجمہ: ''جس شخص پر   کی نماز واجب ہو، اس کے لیے گھر میں نمازِ ظہر پڑھنا مکروہ ہے، یہاں شارح نے مکروہ مطلقاً ذکر فرمایا ہے، بظاہر اس سے مراد مکروہِ تحریمی ہے۔''

تاہم $ یہ ہے کہ بہت سی جگہوں پر اگرچہ یہ ضابطہ درست ثابت ہوتا ہے، لیکن باوجود اس کے اس کو قاعدہ کلیہ قرار دینا مشکل ہے، جس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ حضرات فقہائے کرام کے ہاں اس باب میں کافی توسع سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ بہت سے متقدمین حرام کا لفظ ا%ل کرنے میں بھر پور احتیاط کرنے کی وجہ سے بہت سے محرمات کے لیے بھی مکروہ کا لفظ ا%ل کر لیتے ہیں، یوں ہی بہت سے فقہائے کرام توسُّع اور تسامح سے کام لیتے ہیں اور کئی مکروہات پر بھی لفظ حرام کا اطلاق فرماتے ہیں، یا بعض اوقات سدِّ ذرائع وغیرہ اسباب کی وجہ سے بھی کئی مکروہات کے لیے حرام کے لفظ کا ا%ر ہ لے لیتے ہیں۔ ''درمختار'' میں ہے: